بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

تحفظ نسواں۔۔۔ہماری ذمہ داری

انسانی حقوق میں مرد و زن کی تفریق کا شاید ہی کوئی قائل ہو۔ ورنہ سبھی یہ جانتے ہیں کہ جہاں خوراک، ہوا، پانی، لباس، رہائش، تعلیم، صحت، مرد کی ضرورت ہے، تو خاتون اس سے جدا نہیں ہے۔ اس کی ان ضرورتوں کو پورا کرنا خاندان کی اولین ذمہ داری ہے۔ اس کے ساتھ اس کی عزت و آبرو عفت و عصمت کا تحفظ بھی ان افراد پر لازم ہے جو کسی نہ کسی شکل میں اس کے ساتھ منسلک ہیں۔

البتہ مرد و زن کے فرائض میں تفریق موجود ہے۔ بعض ایسے امور ہیں، جو صرف خاتون ہی سرانجام دے سکتی ہے۔ جبکہ مرد میں وہ صلاحیت موجود نہیں ہے۔ ایسی صورت میں مرد سے وہ کام لینے کا تقاضا نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح اس کے برعکس ہے۔ یہ تفریق فطری طور پر موجود ہے۔ جس سے انکار ممکن نہیں۔ مرد و زن میں مساوات کا تقاضا کرنے والے فطرت کے خلاف دعویٰ کرتے ہیں۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہی تفریق خواتین کو تحفظ فراہم کرتی ہیں۔

پاکستان جو کہ ایک نظریاتی ریاست ہے اور اسلام کے نام پر وجود میں آئی ہے۔ ایسی صورت میں تو یہ بات اور بھی واضح اور آسان ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں انسانی حقوق کا مکمل تحفظ کیا گیا ہے۔ خصوصاً خواتین کی حفاظت کے ایسے ضابطے موجود ہیں کہ اگر ان پر عمل درآمد کرایا جائے۔ تو کسی کو یہ جرات نہیں کہ وہ میلی آنکھ سے کسی خاتون کو دیکھ سکے۔ چہ جائیکہ کہ وہ کسی کی آبروریزی کرے۔ لیکن بدقسمتی سے قیام پاکستان سے لے کر اب تک کبھی بھی اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ اگر کسی جانب سے نفاذ اسلام کے لیے کوئی نحیف آواز بھی آئی، تو دوسری جانب سے شدید ردعمل سامنے آیا اور اسلامی قوانین کے خلاف ایسا واویلا کیا گیا اور قوم کو اس قدر خوفزدہ کیا گیا کہ اگر اسلامی قوانین کا نفاذ ہوگیا تو آدھی قوم ایک ہاتھ سے محروم ہوجائے گی۔ ایک چوتھائی سنگسار ہوجائے گی، باقی کوڑوں کی زد میں آئیں گے۔ خواتین کو گھروں میں نظر بند کر دیا جائے گا۔ ان کے حقوق سلب کر لیے جائیں گے وغیرہ۔ لہٰذا ایسے قوانین کا نفاذ ممکن نہیں۔ اس طرح نفاذ اسلام کا عمل ازخود دم توڑ جاتا رہا۔

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دورِ اقتدار میں مجلس شوریٰ تشکیل دی گئی۔ چونکہ ان کی نامزدگی براہِ راست ہوئی۔ لہٰذا اس میں علماء کرام کے ساتھ کچھ سنجیدہ فکر لوگ بھی نامزد ہوئے۔ ان کی کوششوں سے ایسے قوانین بھی

مجلس شوریٰ میں پیش ہوئے جو سیکولر ذہن رکھنے والوں کے لیے قابل قبول نہ تھے۔ان میں خاص طور پر حدود آرڈیننس بھی ہے۔روز اول ہی سے اسے ختم کرنے یا کم از کم اس کی روح کو مسخ کرنے کے لیے جدوجہد شروع ہوگئی۔جنرل ضیاء الحق کی حادثاتی موت کے بعد اگرچہ بے نظیر کی حکومت وجود میں آئی۔مگر اسے جرات نہ ہوئی کہ وہ اس میں ترمیم یا اضافہ کرے۔البتہ جنرل پرویز مشرف نے جب اقتدار سنبھالا تو حدود آرڈیننس ایک مرتبہ پھر تختہ مشق بنا۔خاص کر ایک نشریاتی ادارے نے ''ذرا سوچیے'' کے عنوان سے اشتہاری مہم چلائی اور رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے بعض معروف علماء کی گفتگو کے صرف وہ حصے دکھائے گئے' جن میں یہ جملہ شامل ہوتا کہ ''یہ بل قابل اصلاح ہے۔'' اس سے یہ تاثر عام ہوا کہ شاید حدود آرڈیننس خواتین کے خلاف کوئی قانون ہے۔یا اس میں خواتین کے استحصال کا طریقہ کار موجود ہے۔لہٰذا حکومت بھی حدود آرڈیننس کو ختم کرنے کے لیے کمربستہ ہوگئی۔مگر عوامی مزاج دیکھ کر اسے ختم تو نہ کیا۔البتہ اس کی روح کو مسخ کرنے کے لیے اس میں ترامیم پیش کیں' جن کی تفصیلات اخبارات میں آ چکی ہیں۔

حدود آرڈیننس کو ختم یا تبدیل کرنے کے پس منظر میں امریکہ بہادر کی آشیر باد بھی شامل ہے۔جیسا کہ جنرل پرویز مشرف امریکہ یاترا میں اس بل کی ترمیم شدہ کاپی ہمراہ لے کر گئے' تاکہ اپنی کارکردگی دکھا سکیں اور واپسی پر اسے اسمبلی سے منظور کرانے کا حتمی اعلان بھی کیا۔بہرحال: اب یہ بل تحفظ نسواں کے نام سے منظور ہو چکا ہے اور صدر صاحب نے اس پر دستخط بھی کر دیئے ہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ یہ بل قرآن وسنت کے منافی نہیں ہے۔لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ بل واقعی قرآن وسنت کے مطابق ہے......؟ کیا یہ بل خواتین کے تحفظ کا باعث ہے......؟

پہلی بات: کیا یہ بل قرآن وسنت سے متصادم تو نہیں؟ اس کا سادہ اور آسان جواب یہ ہے کہ ہاں یہ بل قرآن وسنت سے متصادم ہے۔جس کی نشاندہی تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے کی ہے۔حتیٰ کہ بعض ایسے غیر جانبدار ماہرین قانون اور اسلامی سکالرز نے بھی اس کی واضح نشاندہی کی کہ اس میں بعض شقیں ایسی ہیں جو اسلام کی روح کے منافی ہیں۔جنھیں فوراً تبدیل کرنا چاہیے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے امیر علامہ پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ تعالیٰ نے بھی ممتاز علماء کرام کی کمیٹی تشکیل دی ہے۔جنھوں نے بل کا باریک بینی سے جائزہ لیا اور اسے خلاف شریعت قرار دیا۔جس کی مکمل تفصیل تمام قومی اخباروں میں آ چکی ہے اور حکومت سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ بل میں پائی جانے والی غیر اسلامی شقوں کو فوراً ختم کیا جائے اور قرآن وسنت کی روشنی میں اسے دوبارہ مرتب کیا جائے۔

دوسری بات: موجودہ حالت میں یہ بل خواتین کے تحفظ کا باعث نہیں ہے۔بلکہ دیکھا جائے تو یہ صرف بدکاری میں ملوث مرد وزن کو تحفظ فراہم کرتا ہے اور انھیں سزا سے بچاتا ہے۔اس بل کے منظور ہونے کے بعد زنا جیسا گھناؤنا جرم دست انداز پولیس نہیں رہا۔لہٰذا وہ خوف اور ڈر جس کی وجہ سے کم از کم یہ جرم کھلے عام نہیں

ہوتا تھا' اب برملا ہوگا۔ نہ جانے وہ خواتین جو اس بل کے منظور ہونے پر بے حد خوش ہیں' اس میں کیسے تحفظ کے پہلو نکالتی ہیں۔ حالانکہ کوئی خاتون اگر کسی کے ہاں ملازمت کرتی ہو اور گھر کا مالک اس پر چوری کا الزام لگا دے' ڈکیتی میں ملوث قرار دے تو پولیس لمحوں میں اسے گرفتار کر لے گی۔ ایسی صورت میں اسے نہ صرف حوالات میں رہنا ہوگا' بلکہ جرم کے اثبات پر کڑی سزا بھی ملے گی۔ اسی طرح اور بہت سارے معاملات ہیں۔ مثلاً قرآن سے شادی' ونی کیس' زبردستی شادی' وراثت سے محروم وغیرہ۔ یہ قانون ان میں سے کسی ایک مسئلے پر کیا تحفظ فراہم کرتا ہے؟ لہٰذا اسے تحفظ نسواں بل کا عنوان دینا نہایت ناموزوں ہے۔

تحفظ نسواں کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ مجرم خواتین کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ اگر مرد جرم کرتا ہے تو اس کی سزا پاتا ہے اسی طرح بشری تقاضوں کی بناء پر عورت بھی جرم کر سکتی ہے' اس سے بھی خطا ہو سکتی ہے' وہ بھی معاشرے میں فساد کا باعث بن سکتی ہے۔ لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مرد جرم کرے تو اسے سخت ترین سزا دی جائے اور وہی کام خاتون کرے تو اس کو نہ صرف تحفظ فراہم کیا جائے بلکہ اس کی سزا کو موقوف کر دیا جائے۔

وہ معاشرہ کبھی درست نہیں ہو سکتا جہاں جرم کی حوصلہ افزائی ہو اور مجرموں کو تحفظ فراہم کیا جائے۔

لہٰذا ہماری حکومت سے بالخصوص اور دیگر علماء اور اہل دانش سے بالعموم گزارش ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں اور اس بل کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں' اور نہ ہی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں بلکہ **الدین النصیحہ** کہ دین خیر خواہی کا نام ہے کے تحت ایسا فیصلہ کریں جو آئندہ نسل کو حقیقی تحفظ فراہم کرے اور معاشرے سے بے حیائی' فحاشی' بدکاری اور بے راہ روی کا خاتمہ کر سکے۔

اس میں شک نہیں کہ اس بل نے ہمارے معاشرے میں واضح لکیر کھینچ دی ہے۔ دو گروپ دست و گریبان ہوتے نظر آتے ہیں۔ یہ تفریق پاکستان کے حق میں انتہائی مضر ہے۔ جبکہ ہمارا مشترکہ دشمن پہلے ہی ہمیں کمزور کرنے کے لیے فرقہ واریت کو ہوا دے رہا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم اپنا کافی نقصان کر چکے ہیں۔ لہٰذا ہمیں متنبہ ہونے کی ضرورت ہے۔ دشمن کی اس چال کو ناکام بنانے کے لیے ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد' یکجہتی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ عوام اور تمام ذمہ داران ہماری معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے اور حقیقی معنوں میں خواتین کا تحفظ کریں گے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

وفاقی وزیر تعلیم کی بے خبری!

یوں تو جب سے پرویزی حکومت برسراقتدار آئی ہے روزانہ کوئی نہ کوئی شگوفہ سننے کو ملتا رہتا ہے۔ اب حال ہی میں وفاقی وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی نے ایک نجی ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم

بچوں کو چالیس پارے پڑھائیں گے۔ سبحان اللہ!

جب انھیں اپنی اس بے خبری کی طرف توجہ دلائی گئی' تب بڑے حیران ہوئے۔ پھر انھیں معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کے چالیس نہیں تیس پارے ہیں۔ یہ اس شخص کا حال ہے' جسکے ہاتھ میں وزارت تعلیم کا قلم دان ہے۔ جو آئے دن نصاب کی تبدیلی اور اسے وقت کے تقاضوں کے ہم آہنگ کرنے کی خوشخبریاں سناتا ہے۔ نہ جانے وہ نصاب جو ابھی منظر عام پر نہیں آیا' اس میں کیا گل فشانیاں کی ہوں گی اور کیسی کیسی حماقتیں ہانکی ہوں گی۔

انھی صاحب نے چند دن قبل قوم سے یہ بھی فرمایا کہ ہم اپنے بچوں کو مولوی نہیں بنانے دیں گے اور پاکستان اسلامی احکامات کے نفاذ کے لیے معرض وجود میں نہیں آیا۔ موصوف نے صحیح فرمایا پاکستان ان جیسے جہلاء اور بے خبروں کی جنت ہے جہاں نااہل شخص' مجرم' دھوکے باز' فراڈیا نہ صرف پارلیمنٹ کا ممبر بن سکتا ہے۔ بلکہ خیر سے وزارت کا عہدہ بھی سنبھال سکتا ہے۔

ہمیں کامل یقین ہے کہ موصوف اپنے اس بیان کے اخباری تراشے بغل میں لیے ہر اس مقام پر جائیں گے جہاں سے انھیں ستائش کی امید ہے اور اس کی قیمت وصول کریں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مجلس میں بیٹھے گفتگو فرمارہے تھے کہ ایک اعرابی نے آ کر سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے گفتگو مکمل کرنے کے بعد فرمایا کہ سائل کہاں ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں یہاں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''**فاذا ضیعت الامانة وانتظر الساعة**'' جب امانتیں ضائع ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

انھوں نے سوال کیا ''**کیف اضاعتها**''۔ امانتیں کیسے ضائع ہوں گی......؟

آپ ﷺ نے فرمایا ''**اذا وسد الامر إلى غير اهله فانتظر الساعة**'' جب معاملات نااہل لوگوں کے سپرد ہوں گے تو قیامت کا انتظار کرو۔

کیا ہمارے وزیر تعلیم یہ اہلیت رکھتے ہیں کہ وہ اس منصب جلیلہ پر فروکش ہوں......؟ اور کیا یہ سچ نہیں کہ ایک نااہل شخص کو تعلیم جیسی حساس وزارت دی ہوئی ہے۔ اس سے بڑی قیامت اور کیا ہوگی......؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

ہمارا مشورہ ہے کہ موصوف خود ہی مستعفی ہو جائیں اور کسی مولوی صاحب سے دوبارہ قرآن حکیم پڑھیں۔ بھلا مولوی نہ بنیں' لیکن ان کے سامنے دوزانو ہونے سے وہ قیامت کی علامت بننے سے بچ جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆